AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

ملت اسلامیہ کے بارے میں مغرب کے سیاسی رجحانات اور انکا سدباب

Western Political Trends Regarding the Islamic Nation and their Countermeasures

Sidra Afzal Sabri

Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, National College of Business Administration and Economics, Sub Campus Bahawalpur

Email: zainabirha648@gmail.com. ORCID ID: https://ORCID.org/0009-0005-1862-262X

Asifa Habib

Department of Islamic Studies, M.Phil Scholar, The Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur. Email: asifahabib9876@gmail.com.

ORCID ID: https://ORCID.org/0009-0003-6580-0770

Tooba Riaz

Lecturer, Department of Islamic Studies, National College of Business Administration and Economics, Sub Campus Bahawalpur, toobariaz4343@gmail.com

Abstract

Political trends in the West with regard to the Muslim world have been influenced by a number of historical, social and geopolitical factors. Politically speaking, since major events such as the 9/11 attacks, Islam and Muslims have been portrayed by the West as terrorists, which has led to a rise in Islam phobia. The portrayal of Muslims as followers of extremist organizations such as Islamic State and Al-Qaeda has also further served to consolidate this perception. Washington's political trends throughout the Middle East have been dominated by military intervention, economic interests, and attempts to establish strategic dominance in the region, contributing to instability in the region. In addition, divisions in the Muslim world, such as sectarian differences between Sunni and Shia people, have been used by western powers to influence the politics of the region. Promoting intercultural understanding, expanding educational contacts, and encouraging debate are essential to resolving these problems. Muslims must endeavor to lessen internal conflicts and highlight Islam's beneficial contributions to culture, science, and world

advancement. Furthermore, rather than intervening in ways that worsen regional crises, Western policy should prioritize justice, fairness, and respect for the sovereignty of Muslim nations. These political tendencies can be lessened by encouraging cooperation and respect for one another, which will help create a more tranquil and peaceful world.

Keyword: Islam phobia, Cultural Imperialism, Political Intervention, Islamic Unity, Muslim Identity, Globalization.

تعارف

مسلم امت کو فکری واعتقادی، تہذیبی وسیاسی، تمدنی ومعاشرتی سطح پر جس سب سے اہم چیلنج کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، وہ مغربی نظام کا پوری عالم انسانیت پر استیلا اور مغلوب ہونا ہے۔ مسلم عوام کی احسن فکری اور عملی جدوجہد بس اسی امور کے گرد گھومتی ہیں اور ان سارے امور کا مساعی اور نکتہ ارتکاز صرف یہی ہے کہ اس حوالے سے کیا نقطہ نظر اور زاویہ مختص کیا جائے اور کس طرح کی حکمت عملی رائج کی جائے۔ عالم اسلام پر مغربی تہذیب کا غلبہ دراصل متعدد ارتقائی ادوار سے گزرا ہے، جیسا کہ ہمیں معلوم ہے، یہ غلبہ شروع میں عسکری وسیاسی اور معاش واقتصاد کے تسلط کا رنگ لیے ہوا تھا اور بیسویں صدی کے نصف تک مفکرین کرام کا عام خیال یہی تھا کہ اس تسلط کی وجہ سے جو فکری وتہذیبی اثرات مسلم سماج پر لاگو ہو رہے ہیں، ان کے اثر ورسوخ کی اصل وجہ مغرب کا سیاسی رجحان ہے اور یہ کہ مسلم ریاستوں کی حریت کے بعد اور بالخصوص طور پر اسلامی ریاست کے قیام کے از بعد مسلم عوام کے لیے بذات خود اپنی تہذیبی وسیاسی اقدار پر مبنی سماج تشکیل دینا اور ایسے ایک نظام حیات کے مد مقابل میں ایک دوسرا نظام حیات اور ایک تہذیب وتمدن کے مقابل ایک دوسری تہذیب وتمدن کی تشکیل سے عالم میں ایک توازن پیدا کرنا ممکن ہو گا۔ اس امر کو تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اس وقت ہم اہل مغرب کے اصولوں اور تہذیب کے مطابق جی رہے ہیں۔ سیاسی، فکری وفلسفی، معاشرت کے اقدار اور بین الاقوامی قواعد وقانون، ہر دائرے میں اہل مغرب ہی کا راج ہے اور پورے عالم کی قومیں مادی امور میں بھی اہل مغرب ہی کے نافذ کردہ آئیڈیز کے حصول کے لیے اجتماعی طور پر کوشاں ہیں۔ اہل مغرب اجتماعی اقدار کے تسلط کے امر پر محض بالواسطہ اثرات تک قائم نہیں رہی، بلکہ بین الاقوامی قوانین اور معاہدات کی صورت حال میں انھیں قانون کی سطح پر دنیا پر نافذ کرنے کی علانیہ طور پر اور دانستہ سعی کی جارہی ہے۔

سیاسی رجحانات کی تعریف:(Political Trends)

"سیاسی رجحانات سے مراد وہ رجحانات ہیں جو کسی خاص اوقات میں سیاسی، معاشرتی، اور اقتصادی صورت حال کی بنا پر کسی وطن، خطے یا پورے عالم کی سطح پر سیاسی تحریکوں، مہم، یا تجزیات میں نظر آتی ہیں۔ یہ رجحانات عوام کی رائے، سیاست کی پالیسیوں، حکومت کے فیصلوں، اور ملکی تعلقات پر اثرانداز ہوتے ہیں اور وقت کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔ اس کے برعکس یہ معاشی صورت حال، معاشرتی اور ثقافتی تبدیلیاں، عالمی تعلقات، مذہبی اور نظریاتی تعلقات اور سیاسی جماعتوں کردار پر بھی گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔"[1]

"Political trends describe the overall course that political movements, policies, and attitudes are taking throughout time. Particularly in light of historical occurrences like the Cold War and modern-day Europe, these trends can signal changes in governance, ideology, and public involvement. They also frequently represent the shifting values, beliefs, and priorities of a society."[2]

مغرب کے سیاسی رجحانات اور تفہیم کی ضرورت:

امت مسلمہ کی تہذیب وتمدن کے مقابلے میں اہل مغرب کا رجحان بنیادی طور پر کسی سازش کا نتیجہ نہیں، در حقیقت اقوام کے عروج وزوال سے متعلق "اٹل سنن الٰہیہ" کا انکشاف ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سارے عنصر میں انسانی لیول پر مکروفریب کا جز موجود اور پر اثر نہیں رہا اور نہ یہ مطلب ہے کہ اہل مغرب نے اس غلبہ تک رسائی میں کسی قسم کی انسانی واخلاقی اقدار کو کچلا نہیں۔ یہ عنصر اپنی جگہ مسلم ہے۔ یہاں جس بات کی جانب توجہ دلانا اہم ہے، وہ یہ ہے کہ "سنن الٰہیہ" کے ذریعے اگر امت مسلم عالمی سیادت واقتدار سے محروم کر دی گئی ہے تو اس کا اہم سبب خود اس کی وہ داخلی خامیاں ہیں جن کے سبب قانون الٰہی کے ذریعے سربلندی واقتدار کا زوال ناگزیر تھا۔ قانون الٰہی کے رو سے اس بنیادی شرط کے علاوہ محض دشمن کی طرف سے کی جانے والی ترکیبیں اور سازشیں اپنے مقاصد میں پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔3

اہل مغرب کا غلبہ واقعاتی لیول پر ظاہر ہونے والی کوئی معمولی اتار چڑھاؤ نہیں، بلکہ تاریخی صفحہ پر انکشاف ہونے والی ایک جوہری تبدیلی ہے جس کے اسباب ووجوہ اور پس پردہ تیاری کی افہام وتفہیم کے لیے کئی سالوں اور دہائیوں کے نہیں بلکہ کئی صدیوں اور ہزاروں کے پیمانے دستیاب ہیں۔ دوسرے جانب سے اہل مغرب کے غلبہ کی مثال سمندر کی سطح پر اٹھنے والی لہروں کی نہیں، بلکہ ایک طوفانی سمندر کی ہے۔ جس کو اس طرح پیش کیا گیا ہے:

"یہ کسی ایک قوم کی دوسرے قوم پر فتح نہیں اور نہ ایک سیاسی طاقت کے مقابلے میں دوسری سیاسی طاقت کا غالب آجانے ہے۔ یہ زمین کے ایک جغرافیائی حصے سے ابھرنے والی ایک پوری تہذیب کی سرپرستی ہے جو فکر وفلسفے کی قوت، مادی وسائل کی فراوانی کی قوت سے مکمل طور پر لبریز ہے اور اس نے عالم کی تاریخ کا نقشہ بالکل بدل کر رکھ دیا ہے۔"4

اہم بات یہ ہے کہ مغربی رجحانات کا غلبہ محض جنگ وجدال کے میدان کا غلبہ نہیں۔ اس میں سائنس کے علوم وفنون اور ٹیکنالوجی کی مدد سے پورے عالم میں پائے جانے والے مادی وسائل کی کھوج وتسخیر اور ان سے استفادہ کے دائرے میں طاقت واستعداد کا وہ سرنقطہ نظر انکشاف کر لیا ہے جس نے پوری دنیا کی دوسری ساری اقوام کو خود اپنے ذاتی وسائل سے مستفید ہونے کے لیے بھی اہل مغرب کے بل بوتے پر چھوڑ دیا ہے۔ اس کے علاوہ مغرب کا سیاسی غلبہ بھی محض مادی نہیں، بلکہ فکری اور اقتداری بھی ہے اور یہی اس کا سب سے پر خطر پہلو ہے۔5 اس سے مراد یہ ہے کہ مغربی اقوام محض طاقت واستعداد سے امت مسلمہ کو اپنا تابع وفرمانروا بنانے میں کامیاب نہیں، بلکہ فکر وفلسفہ، اقتدار اور تصور حیات کے پہلو میں بھی انسانی ذہن کو مکمل طور پر متاثر کرنے کی صلاحیت واستعداد رکھتا ہے۔

اہل مغرب کے تباہ کن سیاسی رجحانات اور انکا سدباب:

عصر حاضر میں مغرب کے سیاسی رجحانات کے باعث ملت اسلامیہ کو متعدد چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مغرب کے سیاسی رجحانات میں ہمہ وقت عالم اسلام کے متعلق بہت بدگمانیاں، دوہرے معیارات اور مفاداتی پالیسیاں منظر عام پر آرہی ہیں جو ملت اسلامیہ کی ترقی کی راہ میں حائل ہو رہی ہیں اس سیاسی رجحانات کو سمجھنا اور ان کا حل تلاش کرنا ملت اسلامیہ کے لیے نہایت اہم ہے تاکہ عالم اسلام اپنی خود اعتمادی، تہذیب وثقافت اور اصول واقدار کا موثر طور پر تحفظ کر سکیں۔ اس تحفظ کے لیے ملت اسلامیہ کو مغرب کے سیاسی رجحانات اور ان کے سدباب کے لیے چند پہلو پر غور وفکر کرنے کی اشد ضرورت ہے جو کہ یہ ہیں:

1. اہل مغرب کی اسلام دشمنی
2. نظریات وافکار پر حملہ

3. اہل مغرب کے ملحدانہ افکار
4. مغرب کے افکار کا تدارک

1. اہل مغرب کی اسلام دشمنی:

اہل مغرب کا اہل اسلام کو ملت اسلامیہ کی تعلیمات سے منحرف کرنے اور ان میں نظریاتی کشمکش پیدا کرنے کا منصوبہ اسلامی تاریخ کا سب سے پر خطر منصوبہ ہے اس فکری یلغار نے نظریاتی، سیاسی اور نشریاتی وسائل کو آہستہ آہستہ بروئے کار لاتے ہوئے کئی مسلمانوں کو دین اسلام سے دور کر دیا ہے اور انہیں مغربی نظریات کا رنگ چڑھا دیا ہے جس کے باعث وہ علی الاعلان کفر کے جھنڈے تلے اسلام کے برعکس کھڑے ہو گئے ہیں۔ لیکن المیہ اس بات کا ہے کہ نہ تو مغرب کے افکار اور نظریات کو ماننے والی مسلم نسل یہ تسلیم کرتی ہے کہ وہ در حقیقت ایک صریح ارتداد کا شکار ہے اور نہ ہی اس پہلو پر توجہ دیتی ہے کہ عصر حاضر کا ارتداد جو کبھی کمیونزم اور لبرل ازم کی صورت میں عیاں ہوتا ہے اور پورے وجود کو خاک میں ملا دیتا ہے وہ سب سے پر خطر ہے۔ اس لیے ہمیں سب سے پہلے مغرب کی سازشوں اور ان کے افکاری حملوں سے واقف ہونے کی اشد ضرورت ہے۔6

2. نظریات وافکار پر حملہ:

افکاری یلغار اور نظریاتی جنگ وہ ہے جو آلات جنگ توپ، میزائیل، ٹینک، گولے بارود کے علاوہ متعدد ایسے ذرائع سے لڑی جاتی ہے، معمولی منصوبہ بندی اور انتہائی منظم طریقے سے اقوام وملل کی سوچ، تعلیم وتربیت، معاشرت ومعیشت، اقدار ونظریات بدل دیئے جاتے ہیں، یہ وہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعے انسان کے جسم کی بجائے اس کی سوچ وافکار پر حملہ ہوتا ہے جس کا اثر صدیوں تک برقرار رہتا ہے۔ یہ سلسلہ اسی طرح تقویت پاتا رہتا ہے، قلب ولسان، فکر ونظر، مکمل تبدیلی کا شکار ہو کر گمراہی کی موجوں میں گم ہو جاتا ہے، جن افکار میں برائی کو مزین اور دلفریب بنا کر نمایاں کیا جاتا ہے، افراد کو ہر قسم کی قید وبندش، ذمہ داری اور جوابدہی سے آزاد کروایا جاتا ہے۔ مغربی افکار میں مطلق آزادی کی سرے عام اشاعت کو فروغ دیا گیا ہے، نفس کی پوری تکمیل اور لذت پرستی کی علی الاعلان دعوت دی گئی ہے۔ بلکہ انسانی حیات کے اعلی اقدار کو نہ صرف پاش پاش کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ظاہر پرستی اور نفع مادہ کے سوا ہر چیز کا رد کیا گیا ہے، افکاری جنگ کی رفتار تو سست ہوتی ہے لیکن اس کے اثرات ہمیشہ کے لیے ہوتے ہیں، تاکہ مسلم اپنی انفرادی شناخت سے محروم ہو کر مغرب کی تقلید کرنے پر مجبور ہو جائے، اور اہل مغرب سے جنگ کا تصور ہی باقی نہ رہے۔7 اس لحاظ سے نظریاتی اور افکاری جنگ عسکری اور حربی کشمکش سے زیادہ پر خطر ہے۔ اگر بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ فکری اور نظریاتی جنگ کا مقصد انتہائی غلط عزائم سے پھر پور ہیں جو کہ یہ ہیں:

- ملت اسلامیہ سے اسلامی تعلیمات کا بتدریج خاتمہ۔
- اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکام شرعی پر اعتراضات کر کے امت مسلمہ کو شک وشبہات میں مبتلا کرنا۔
- مغربی افکار کو عالم اسلام میں فروغ دینا۔
- جمہوریت کے نام پر ملت اسلامیہ میں نااہل افراد کو قیادت سونپنا۔
- ملت اسلامیہ کو داخلی انتشار میں مبتلا کر کے خارجی حملے کرنا۔
- اہل اسلام سے اسلام کو مٹانا اور اسلامی تعلیمات کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکنا۔

3. اہل مغرب کے ملحدانہ افکار:

ملت اسلامیہ کو دین اسلام سے دور کرنے کے لیے اہل مغرب نے بہت سے ہتھکنڈے استعمال کیے جس میں ان کا اہم مقصد اس بات کو واضح کرنا تھا کہ مغربی طرز فکر کا اہم مقصد مساوات کا نعرہ بلند کر کے انسان کو عقل کے تابع کیا جائے اس کے بعد وحی الٰہی کے ذریعے قلب میں سرکشی پیدا کی جائے یعنی انسان کے قلب و دماغ میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ جو چیز انسانی معیار اور عقل کو درست لگے وہ سو فی صد حق پر ہے جو عقل کی پہنچ سے بالاتر ہو اور اس تک دماغ کی رسائی نہ ہو تو وہ زیادتی و ظلم ہے چنانچہ اہل مغرب کی طرف سے اس طرز فکر کو فروغ دینے کی سعی کی گئی اور ان کو اس میں کافی حد تک کامیابی ملی جس کے سبب آج نوجوان نسل یہ سوال کرتی ہے:

- کیا یہ ملت اسلامیہ کی رو سے علی الاعلان ناانصافی و زیادتی نہیں ہے کہ مرد کو چار شادیوں کی رخصت اور عورت کو محض ایک؟
- یہ کیا امر ہے کہ مرد کو حق طلاق ہے اور عورت کو نہیں؟
- یہ کیسا ملت اسلامیہ کا قانون ہے کہ عورت میراث۔ طرز زندگی، یہاں تک کہ رائے آزادی میں مرد کے مساوی نہیں ہو سکتی؟
- یہ کیسا دین ہے کہ مرد کے لیے کوئی حجاب نہیں اور عورت کو گھر میں قید و بند رکھا جاتا ہے؟ کیا اسراف نہیں ہے کہ حج میں لاکھوں روپے لگا کر حج ادا کیا جاتا ہے؟ اس سے زیادہ احسن یہ نہیں کہ وہ پیسے کسی غریب کی مدد پر لگا دیئے جائیں؟
- اس کے علاوہ یہ کیسا دین ہے کہ عید الاضحی کے موقع پر تین دن تک عالم اسلام میں لاکھوں کی تعداد میں جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے؟ کیا یہی روپے مسلم قوم کی تعلیمی اور معاشی بحران کے خاتمہ کے لیے خرچ نہیں کیے جاسکتے؟

در حقیقت ان سوالات کی بنیادی وجہ وحی الٰہی اور نظام الٰہی سے سرکشی اور عقل کو معیار سمجھنے کی بھول ہے کیونکہ اہل مغرب کی یہ خواہش ہے کہ آزادی کے تصور کو پھیلا کر انسان کو اللہ اور رسول کی اطاعت سے دور کر کے نفس کا غلام بنا دیا جائے اور یہ مغربی طرز فکر کا دوسرا بااثر ہتھیار ہے کہ انسان اپنی ذاتی خواہش کا مالک ہو جائے، شریعت سے ہٹ کر اپنے نفس کا عادی ہو جائے، نفس پرستی اس کی عقل پر حاوی ہو جائے، جو دل میں آئے کرے، یہاں تک کہ انسان کا اللہ کے قانون اور وحی الٰہی سے دور دور تک واسطہ نہ رہے۔

خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ لکھتے ہیں:

> " اللہ کے عطا کردہ قانون کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی خواہش میں حائل ہو، عالم انسان کو شریعت اسلامی کا نہیں بلکہ لذت کا اسیر ہونا چاہئے، جس (امر) بات سے انسان کو لذت نفس حاصل ہو، انسان اس کو کرنے کے لئے آزاد ہے۔"

4. مغرب کے افکار کا تدارک:

المیہ یہ ہے کہ بلا آخر ہمارے حالات اس قدر پر خطر کیوں بن گئے ہیں؟ عصر حاضر میں ہم دین اسلام کی اصول و اقدار، تہذیب و تمدن کو اپنانے کی بجائے مغرب کے فکر و نظریات کے پیچھے کیوں دوڑ رہے ہیں؟ غور و فکر سے معلوم ہوا کہ اسکی سب سے بڑی وجہ محض دین اسلام سے لاتعلقی، اللہ سے تعلق کی کمی، دنیاوی زندگی سے غیر معمولی سا انس ہے قرآن پاک اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے ہمیں یہ حکم دیا جارہا ہے کہ اپنے نفس کی خواہشات کے دائرہ سے باہر آکر شیطانی سازشوں کا خاتمہ کریں اور اپنے آپ کو دین اسلام کے سانچے میں ڈھالیں۔ اہل مغرب کی جانب سے تہذیبی خلش، فکری ارتداد اور تشکیل کے طریقہ سے جو امراض رائج کرنے کی کوشش کی جارہی ہے وہ ناقابل تلافی ہیں۔

علامہ علی ندویؒ فرماتے ہیں:

> "ضرورت اس بات کی ہے کہ حقائق و واقعات کا جرات و دلیری اور دینی اصولوں اور دین اسلام کی بصیرت کے ساتھ مقابلہ کریں، اور وطن میں دین اسلام کی درست تعلیم کے عین مطابق ہمہ گیر، صالح اور اہم تبدیلوں کے

لیے سچے دل اور خلوص کے ساتھ تگ ودو کا آغاز کیا جائے۔ جن امور کا ازالہ اور سدّباب ضروری ہو ان کا سدباب کیا جائے اور جن امور کا نفاذ اور جن اسکیموں کا آغاز ضروری ہو، ان کے آغاز میں تاخیر نہ کی جائے۔ دین اسلام، قرآن مجید اور سنتِ رسول ﷺ کی رو سے اور اسلامی حدود کے عین مطابق سماج میں عدل و انصاف قائم کیا جائے۔ اہل وطن کی خوشحالی کے لیے ضروری اقدام اٹھائے جائیں، کم از کم معاشرے کے ہر انسان کے لیے ممکن حد تک امور زندگی کی ضروریات کا بندوبست ہو۔ اس بے جا فضول خرچی اور حد سے تجاوز اسراف کو سرے سے ختم کیا جائے جو اقوام کی ضروریات بھی پوری ہونے میں حائل ہوتی ہیں۔" وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ"[8] پر عمل پیرا ہونے کی لگن ہو اور اپنی قابلیت ک بل بوتے پہ اپنی زندگی کی ضروریات کا بندوبست کا جوش وجذبہ ہو۔ تعلیم کے نظام کو اس طرح سے بدلا جائے کہ وہ دین اسلام کے اصول و عقائد اور عصر حاضر کی تبدیلیوں اور وسائل کے مابین ہم آہنگی ہو اور ان کے اصولوں اور تقاضوں کو پورا کرتا ہو۔ اور نئی قوم میں ایک جانب ایمان واتحاد، اخلاقی طاقت، صبر واستقامت، خود اعتمادی وخودداری اپنے دین اسلام پر غیر متزلزل اتحادو یقین اور اس کے لیے قربانیوں کا جوش وجذبہ ہو، تو دوسری جانب استقلال فکر، بلند ہمتی اور اولوالعزمی پیدا کرنے اور جرات وطاقت کے ساتھ اہل مغرب کا مقابلہ کرنے کے جواہر اور اوصاف اجاگر کیے جائیں"۔[9]

ملت اسلامیہ کے سیاسی و تہذیبی تصورات:

عصر حاضر کے جدید ترین اور حیران کن ذرائع ابلاغ کی ایجادات اور پھیلاؤ کے سبب سے اکیسویں صدی کو اگر ذرائع ابلاغ و اطلاعات یعنی Information Technology کی صدی کے نام سے موسوم کر دیا جائے تو یہ غلط نہ ہو گا۔ تاہم ذرائع اطلاعات نے جس تیزی سے دہشت ناک حد تک ترقی حاصل کر لی ہے، اس کی وجہ سے نوع انسانی کو "درست اطلاعات" اور "نفع بخش معلومات" پہنچانے والے دنیا میں کافی حد تک کمیاب ہی نہیں بلکہ بے حد کمزور اور سستے بھی ہیں۔ اس سے بھی المیہ کی بات یہ ہے کہ عصر حاضر کی دنیا میں جدید ذرائع ابلاغ کا سب سے بڑا اور بڑھتا ہوا استعمال نوع انسانی کو مذہب وملت، اخلاق، حیا اور عالم انسانیت کو ختم کرنے اور تباہی وبربادی کی آخری حدود تک پہنچانے میں ہو رہا ہے۔ وہ افراد جو نوع انسانی کی سلامتی وبقا، فلاح وکامرانی، اصلاح اور ترقی وخوشحالی کے لیے نوع انسانی کو معلومات واطلاعات پہنچا سکتے ہیں، ان کی آواز ان جدید ترین ذرائع ابلاغ کے ذریعے نوع انسانی تک پہنچنے ہی نہیں دی جاتی کہ انسانیت علم کے نام پر جہالت، خود فراموشی اور خدا فراموشی کے جس نشے میں مدہوش ہو چکی ہے، کہیں اس کا یہ نشہ ٹوٹ نہ جائے۔ کہیں نوع انسانی ہوش میں نہ آجائے، نوع انسانی کو کہیں اپنی حقیقت، اپنے رب کی پہچان اور اپنے ابدی انجام سے آگاہی نہ حاصل ہو جائے۔ یہ وہ خوف ہے جو نظام ابلیس کے ایجنٹوں کو ہر وقت ستائے رکھتا ہے اور وہ جدید ایجادات کے ذریعہ سے نوع انسانی کو نفس پرستی وہوس پرستی کے نشے میں مدہوش رکھنے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں اور قوتیں صرف کیے ہوئے ہیں۔ لہٰذا نوع انسانی کی حقیقی فلاح وبہبود کے لیے اٹھنے والی کسی بھی طاقتور آواز کو "انسان دشمن" اور "تہذیب دشمن" کا نام دے کر خاموش کرا دیا جاتا ہے۔10 اس کی اصلاح کے لیے ملت اسلامیہ نے چند پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے جو کہ یہ ہے:

1. ملت اسلامیہ کی تاریخ (عدل وانصاف کی تاریخ)
2. شریعت اسلامیہ کی بنیاد: علم وعدل
3. حریت وغلامی (اسلام اور جدید مغربی دنیا کا تصور)
4. ملت اسلامیہ اور مغربی ملحدانہ افکار

5. بنیادی حقوق (مسلم تہذیب اور مغربی تہذیب میں تفریق)

1. ملت اسلامیہ کی تاریخ (عدل وانصاف کی تاریخ):

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ امید اور چمک کے داعی ہیں۔ لہذا شریعت کے وصف پر بات کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"شریعت کا چھٹا نمایاں وصف ثبات اور تغیر و تبدل کے درمیان باہمی توازن اور امتزاج کا ہونا ہے۔ جس طرح یہ شریعت ایک ابدی شریعت ہے، یہ دنیا کے سارے انسانوں کے لیے ہے اور جب تک زمین پر یا روئے زمین سے باہر انسان آباد ہیں، لہذا شریعت ان کے لیے ابدی نظام حیات کی طرح رہے گی، وہاں اس شریعت میں نئے حالات اور مسائل کو سمو لینے کی ایک بڑی صلاحیت پائی جاتی ہے۔"[11]

بات یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کے اس اہم اور بنیادی وصف کو عصر حاضر کے بہت سے متجد دین اور اہل مغرب سے متاثر مفکرین نے سمجھنے میں بہت کوتاہی کی ہے۔ انہوں نے اہل مغرب کے زیر اثر اپنے ماضی کی ہر چیز کو منفی اور حال کی ہر چیز کو مثبت انداز میں دیکھنا اور سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ اہل مغرب اپنی قدیم تاریخ سے اکتائے ہوئے، اپنے مذہبی اقدار سے کوسوں نالاں اور اپنی تاریخ کے نشیب و فراز کے بارے میں مطمئن نہیں ہے، اس لیے وہ اپنے ماضی کے ہر امر کو ناپسندیدہ اور آنے والی ہر چیز کو پسندیدہ کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کی تاریخ کا ایک طویل عرصہ جو ایک ہزار سال سے زائد پر محیط ہے ظلم و تشدد اور مذہب وملت کے نام پر شدید قسم کے جبر واکراہ سے موسوم ہے۔ اہل مغرب کو اس ظلم و تشدد اور جبر واکراہ کے دائرہ سے باہر آنے میں بہت محنت کرنی پڑی ہے، یہاں تک کہ خود مذہب وملت کو نظر انداز کرنا پڑا۔ مذہب کے تمام امور کو منفی قرار دے کر ان سے جان چھڑائے بغیر اس ظالمانہ نظام سے بچنا مغرب کے لیے شاید سہل نہ تھا۔ اس لیے اہل مغرب نے ماضی کی کسی بھی امر سے، بالخصوص طور پر اگر اس کا تعلق مذہب وملت سے ہو، تعلق قائم رکھنا اپنے اس نفسیاتی میلان اور ساخت کے باعث غیر ضروری سمجھا۔ ملت اسلامیہ کے بہت سے مفکرین اہل مغرب کے اس مخصوص پس منظر کا ادراک کیے بغیر اسلام پر بھی یہی تصورات لاگو کرنا چاہتے ہیں اور اس طرح ملت اسلامیہ کے تسلسل، شریعت اسلامیہ کی اساس اور مسلمانوں کے دین کے اصولوں کو متاثر و مجروح کر دیتے ہیں۔ یہ بات ہم سب کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ملت اسلامیہ کی تاریخ دین اسلام سے تغیر کی تاریخ نہیں، بحیثیت مجموعی طور پر اسلام پر قائم رہنے کی تاریخ ہے۔ یہ تاریخ عالم اسلام کے انسانیت پر ظلم و ستم کی تاریخ نہیں، بلکہ عالم انسانیت کے لیے ایک خوش آئندہ نوید کی حیثیت رکھتی ہے۔ دین اسلام کی تاریخ عدل وانصاف اور تہذیب وتمدن میں نت نئی مثالیں قائم کرنے کی تاریخ ہے۔ اس تاریخ کو دہرانے کی، اس کو زندہ کرنے کی اور عصر حاضر میں ایک نئے انداز سے اس کو پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سے کنارہ کرنا، اسے نظر انداز کرنا اور اس کو منفی انداز میں سمجھنا ایک بہت بڑی قسم کی کم فہمی بھی ہے، اہل مسلم کے مستقبل سے مایوسی کی عکاسی بھی ہے اور مسلمانوں کے ماضی سے بے پرواہونے کی بھی بہت بڑی دلیل ہے۔"12

2. شریعت اسلامیہ کی بنیاد: علم وعدل

شریعت اسلامیہ کی بنیاد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"شریعت اسلامیہ کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: ایک علم، دوسرے عدل۔"

شریعت اسلامیہ کا بنیادی مقصد، قرآن پاک کی اس ایک آیت میں واضح طور پر آیا ہے، حقیقت میں عدل وانصاف کا قیام ہے۔

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ "[13]

"اور بلا شک و شبہ ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیاں دے کر اسی لیے بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب الٰہی اور میزان اسی لیے اتاری کہ لوگ حقیقی عدل و انصاف پر قائم ہو جائیں۔"

قرآن پاک کی روشنی سے یہ تمام آسمانی کتابوں کا اولین مقصد اور اہداف اساسی رہا ہے کہ انسانی سماج میں حقیقی عدل و انصاف قائم ہو جائے، مکمل عدل و انصاف بر قرار کرنے کے لیے ضرورت ہے کہ سماج میں علم اور شعور کی سطح بھی موجود ہو۔ اگر علم اور شعور کی سطح سماج میں مطلوبہ درجے کی نہ ہو تو پھر اس سماج میں مکمل عدل و انصاف بر قرار رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ قرآن کی روشنی سے انسان خلافت الٰہی کا حامل ہے۔ خلافت الٰہیہ کے حامل ہونے کی خوبی اس میں علم کی وجہ سے نمودار ہوئی، جیسا کہ قصہ آدمؑ سے عیاں ہوتا ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا[14]

لہٰذا علم اور عدل و انصاف یہ دونوں چیزیں انسان کے مقصد وجود سے منسلک ہیں۔ انسان کی فرشتوں اور دیگر مخلوقات پر فوقیت انسان کا مقام اور انسان کی حیثیت علم ہی کی بنیاد پر استوار ہوئی ہے اور انسانوں کی ہدایت کے لیے جو شریعتنافذ کی گئی، اس کا سب سے اہم اور اولین مقصد عدل و انصاف ہے۔ جیسا کہ آغاز علم اور انتہا عدل ہے۔

مشہور مفکر اسلام اور فقیہ، محدث اور سیرت نگار علامہ ابن القیمؒ (متوفی ۷۵۱ھ) نے ایک جگہ لکھا ہے:

"شریعت کے احکام تمام تر عدل ہیں۔ شریعت سراپا عدل ہے۔ جہاں شریعت ہے، وہاں عدل ہے۔ جہاں عدل ہے، وہاں شریعت ہونی چاہیے اور جہاں عدل نہیں ہے، وہاں شریعت نہیں ہو سکتی۔ بالفاظ دیگر اگر کوئی فرد شریعت کے احکام کی ایسی تعبیر کرتا ہے جس کے نتیجے میں عدل قائم نہیں ہوتا تو وہ تعبیر نظر ثانی کی محتاج ہے۔"[15]

3. حریت و غلامی (اسلام اور جدید مغربی دنیا کا تصور):

حریت و غلامی کے حوالے سے ڈاکٹر محمود غازیؒ فرماتے ہیں:

"دین اسلام نے اگر حریت و غلامی کو برداشت کیا تو بعض بین الاقوامی حالات کے سبب برداشت کیا۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ جب غلامی کا یہ محدود تصور موجود تھا، سزا کے طور پر غلامی کافی حد تک نافذ بھی تھی، اس وقت بھی ان غلاموں کو جو مسلم سماج میں رہتے تھے، عصر حاضر سے ان کا مقام و مرتبہ بڑھ کر حاصل تھا۔ المیہ یہ ہے کہ آج آزاد دنیا میں بہت سے لوگوں کو وہ مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ مغربی تصورات کی علمبردار دنیا میں مسلمانوں کو وہ حقوق حاصل نہیں ہیں جو دور اسلام میں اسیروں کو حاصل ہوا کرتے تھے۔ دنیائے اسلام کی تاریخ میں کتنے غلام تھے جو فرمانروا بنے، جنہوں نے حکومتیں قائم کیں، جو فاتحین بنے! کتنے غلام ہیں جو صف اول کے علما اور دینی قائدین قرار پائے! اسلام کا تصور حریت اتنا بلند ہے کہ ابھی اس کا ادراک کرنے کے لیے دنیا کو بہت آگے جانا ہے۔ بہت سے نشیب و فراز سے گزرنا ہے۔ اس کے بعد ہی دنیا کو اندازہ ہو گا کہ جس حریت کی اسلام نے تعلیم دی، وہ کیا مقصود رکھتی ہے، وہ کیا چیز ہے۔"[16]

4. ملت اسلامیہ اور مغربی ملحدانہ افکار:

دین اسلام کے عقائد کی اہمیت ایک منفرد انداز سے اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"کمپیوٹر انسان کی عقل کو مد نظر رکھ کر بنایا گیا ہے۔ انسان کی عقل کمپیوٹر کو سامنے رکھ کر نہیں بنائی گئی، چونکہ بعض اوقات مشبہ اور مشبہ بہ میں ربط بدل جاتا ہے، اس لیے سمجھانے کی خاطر ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانی عقل ایک کمپیوٹر کی مانند ہے۔ لیکن یہ کمپیوٹر جتنا بھی برتر اور پیچیدہ یعنی

(sophisticated)ہو، جتنا بھی ترقی یافتہ ہو، وہ ایک (software) کا محتاج ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ کمپیوٹر میں غلط (software) ڈال دیا جائے تو وہ بھی غلط سمت پر کام کرے گا۔ اس لیے شریعت نے پہلی ہدایت یہ کی ہے کہ جو software اس انسانی کمپیوٹر میں ڈالا جائے، وہ درست ہو۔ چنانچہ عقیدہ ہی وہ سوفٹ ویئر ہے۔ عقیدہ کی تعلیم دینے کا شریعت نے بچپن سے حکم دیا ہے۔ بچپن سے بچے کو یہ بتاؤ کہ اسلام کے عقائد کیا ہیں۔ سات سال کی عمر ہو تو نماز کی تلقین کرنا شروع کر دو۔ دس سال کی عمر ہو جائے اور بچہ نماز نہ پڑھے تو جسمانی سزا بھی دو۔ رسول اللہ ﷺ کو بچوں سے جو محبت تھی، وہ مشہور و معروف ہے، اپنے بچوں سے بھی اور دوسروں کے بچوں سے بھی۔ یہاں حضور ﷺ نے نماز کی اہمیت کی خاطر اور انسانی عقل کو ایک خاص رخ پر ڈالنے کی خاطر جسمانی سزا تک کی اجازت دی ہے کہ اگر بچہ نماز نہ پڑھے تو ہلکی پھلکی سزا بھی اس کو دے سکتے ہو۔ یہ بات کہ انسانی عقل کو صحیح رخ پر چلایا جائے، اس کو صحیح راستہ بتایا جائے، غلط راستوں پر جانے سے روکا جائے، اس کی اہمیت کو احادیث مبارکہ میں بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

بعض متجددین، ملحدین اور عصر حاضر کے دین سے برگشتہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عقیدہ کے نام سے جو تعلیم مسلمانوں کو دی جاتی ہے، یہ ان ڈوکٹری نیشن (indoctrination) ہے۔ indoctrination کا لفظ استعمال کر کے عقیدے کی تعلیم کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ مغرب کی لادینی تہذیب بڑے زور و شور سے indoctrination کر رہی ہے۔ مغرب کی آنے والی نسلوں کو جس انداز سے سیکولرازم اور لامذہبی اباحیت کے رخ پر پروگرام کر رہی ہے، اس کا ایک ہزارواں حصہ بھی مسلمانوں میں عقیدے کی تعلیم کے لیے نہیں ہو رہا ہے۔ یہ بات کہ دوسرے اپنے لامذہب اور ملحدانہ عقائد بچے بچے کے ذہن نشین کرا دیں، دین اور زندگی کا تعلق منقطع کر دیں، اخلاق اور دین کی رہنمائی کو اجتماعی زندگی سے نکال دیں، اس کو تو انڈوکٹری نیشن نہ کہا جائے، لیکن اگر مسلمان بچوں کو یہ بتایا جائے کہ ان کا تعلق اسلام اور مسلمانوں کے گھرانوں سے ہے، وہ قرآن پاک پر ایمان رکھتا ہے، قرآن پاک کے بنیادی عقائد یہ ہیں تو اس کو ان ڈوکٹری نیشن کہہ کر اس کی اہمیت کم کی جائے۔ یہ ماضی میں ممکن نہیں تھا، لیکن افسوس بعض ایسے حضرات بھی اس طرح کی باتیں کرتے پائے جاتے ہیں جو اپنا ایک اسلامی اور دینی حوالہ رکھتے ہیں۔"

دور جدید کا زوال: فکری توازن سے محرومی کا سبب:

"جب تک عقل و نقل کا یہ توازن مسلمانوں میں موجود رہا، جب تک امت مسلمہ میں فکری آزادی، خود مختاری اور قرآن و سنت سے براہ راست وابستگی موجود رہی، اس وقت تک مسلمانوں کا فکری مقام قائد اور رہنما کا رہا۔ جب یہ فکری آزادی کمزور پڑی، جب مسلمان غیروں کی تقلید کا شکار ہوئے تو پہلے ارسطو اور افلاطون کی تقلید شروع ہوئی، پھر ارسطو اور افلاطون کے درجے سے نچلے درجے کے لوگوں کی تقلید شروع ہوئی اور ہوتے ہوتے جب تقلید پسندی مسلمانوں کے مزاج کا حصہ بن گئی تو ہر کس و ناکس کی تقلید شروع ہو گئی۔ آج کیفیت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی مغربی زبان میں کوئی بات لکھ دے یا جس کا تعلق کسی مغربی ملک سے ہو، اس کی بات کو بلا چون و چرا قبول کر لیا جاتا ہے اور تقلید کے لیے یہ کہنا کافی ہے کہ فلاں مغربی شخص نے یہ بات یوں لکھی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ مغرب کے گھٹیا سے گھٹیا انسانوں کی تقلید کو باعث فخر سمجھتا ہے اور جو دینی طبقہ ہے، وہ متاخرین کے بھی متاخرین کی تقلید کو کافی سمجھتا ہے اور اس کی نظر میں متاخرین کے متاخرین نے بھی جو لکھ دیا ہے، وہ شریعت کے باب میں حرف آخر ہے۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔"17

بنیادی حقوق: (مسلم تہذیب اور مغربی تہذیب میں تفریق)

مسلم تہذیب کا مغربی تہذیب سے فرق نمایاں کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس سے بھی بڑھ کر مسلم سماج میں pluralism کی ایک بڑی مثال یہ ہے، کثیر العناصر معاشرہ ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں روزاول سے غیر مسلم باشندوں کو نہ صرف قبول کیا گیا بلکہ ان کو وہ تمام حقوق اور مراعات دی گئیں جو خود مسلمانوں کو حاصل تھیں۔ سیدنا علی ابن ابی طالبؓ کا یہ جملہ مشہور ہے، فقہی لٹریچر میں کثرت سے بیان کیا جاتا ہے کہ ' لہم مالنا علیہم ماعلینا'۔18 جو غیر مسلم دنیائے اسلام کی شہریت اختیار کرتے ہیں، ان کے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں، ان کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو ہماری ہیں۔ یہ بات مختلف فقہاے اسلام نے مختلف انداز میں بیان کی ہے۔ مشہور حنفی فقیہ اور فقہ حنفی کے صف اول کے ائمہ اور مجتہدین میں سے ایک حضرت امام ابویوسفؒ نے اس اصول کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"المسلم والكافر فی مصائب الدنيا سواء[19]"

کہ مسلمان اور کافر دنیوی معاملات میں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے مابین فرق ہے تو ، طرز عمل اور مسائل میں قیامت کا دن باقی ہے۔ جو بھی شخص سزا دینا چاہتا ہے ، جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس دنیا کے معاملات میں کسی اور کی زندگی اور اعزاز ، دنیا کے حقوق کے حقوق ، مسلمانوں اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت میں۔ مغربی دنیا میں رہنے والے مسلمانوں سے پوچھیں ، ان میں کتنا امتیازی سلوک ختم ہوا۔ آج تھرمہ بہت سے مسلمان جنہیں اپنے مذہب کے بعد خاندانی مسائل کو منظم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ آج بہت سے مسلمان ہیں جو شریعت کے مطابق اپنے ورثاء میں جائیداد بانٹ نہیں سکتے ہیں۔ آج بہت سارے مسلمان جو اپنی روزمرہ کی عبادت کو آرام دہ نہیں بنا سکتے ہیں۔ آج تھرمہ بہت ساری مسلمان لڑکیاں اور خواتین جنہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق لباس پہننے کی اجازت نہیں ہے۔ آج بھی ، بہت سے ممالک میں جو یورپ سے سوفر ہیں ، لیکن یورپ میں ، سکھی داڑھی ہوسکتی ہے۔ مسلمانوں کو پگڑی پہننے کی اجازت نہیں ہے ، مسلمانوں کو ٹوپی پہننے کی اجازت نہیں ہے۔

اس کے مقابلے میں اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کو نہ صرف مکمل آزادی اور مساوات حاصل رہی، بلکہ بعض ایسے حقوق بھی حاصل رہے جو مسلمانوں کو حاصل نہیں ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ بعض پہلوؤں سے غیر مسلموں کا درجہ اور اسٹیٹس مسلم معاشرے میں مسلمانوں سے بہتر ہے۔ بہت سے معاملات میں ان کو وہ مراعات حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل نہیں ہیں۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اس کی اجازت بھی دی گئی کہ وہ اپنے شخصی معاملات، اپنے مذہبی معاملات ، اپنے مذہب کے مطابق انجام دیں اور انہی کی عدالتیں، انہی کے قاضی ان کے معاملات کا فیصلہ کریں۔ نہ صرف عہد نبوی میں اور عہد خلفائے راشدین میں یہودیوں اور عیسائیوں کے اپنے مذہبی قائدین ان کے اختلافات کا فیصلہ کرتے تھے، اپنے مذہبی معاملات کو خود چلاتے تھے، بلکہ بعد کے ادوار میں بھی بنی امیہ کے زمانے میں، بنی عباس کے زمانے میں، سلطنت عثمانیہ کے زمانے میں، ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے دور میں، اس سے پہلے دور سلطنت میں، ان تمام ادوار میں غیر مسلموں کے معاملات، غیر مسلم عدالتیں، ان کے اپنے نظام کے مطابق چلایا کرتی تھیں۔ کثیر العناصر معاشرہ ہونے کی ایسی کوئی مثال آج دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے۔

خلاصہ کلام:

مغرب اور اسلامی قوم کے سیاسی رجحانات کے حوالے سے ایک مشکل اور متنوع مقام ہے۔ مغربی دنیا میں ، مشرق وسطی میں دہشت گردی اور مداخلت کے ساتھ متحد اسلام سمیت مسلمانوں کے مختلف تاثرات ہیں۔ یہ رجحانات مسلمانوں کے لئے

مسائل پیدا کرتے ہیں اور ان کے حقوق ، ثقافت اور شناخت کو متاثر کرتے ہیں۔مغرب میں مسلمانوں اور اسلامو فوبیا کی موجودگی کے بارے میں منفی خیالات ایک سنگین مسئلہ ہیں ، جبکہ کچھ مغربی ممالک بھی مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور ثقافت کا اندازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مشرق وسطی کے مغربی ممالک کے فوجی بین الاقوامی مسکین نے مسلمانوں کو متاثر کیا۔ یہ مقالہ کے موضوعات سے نمٹنے ، کہانی اور مکالمے کے مابین مواصلات اور مکالمے کو فروغ دینے ، مغربی اسلام کے بارے میں مناسب معلومات اور اسلامو فوبیا کے خلاف قانونی اقدامات کے نفاذ کے لئے درآمد کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ ، مشرق وسطی میں مغربی مداخلت کو کم کرنے کے لئے لیفورجز کو بنانا ہوگا۔ یہ سارے اقدامات مغرب میں مسلمانوں کے حقوق اور دونوں برادریوں کے مابین بڑھتے ہوئے ہم آہنگی کا تحفظ کرسکتے ہیں۔

حوالہ جات

[1] http://students.aiu.edu/submissions/profiles/resources/onlineBook/C3V9y9_Political_Science_An_Introduction_12.pdf

[2] https://library.fiveable.me/key-terms/ap-euro/political-trends

[3] https://alsharia.org/2015/aug/maghrib-tehzeebi-sayasi-ghalba-ammar-nasir

[4] عمار خان ناصر، مغرب کا تہذیبی وسیاسی غلبہ اور امت مسلمہ کا ردعمل (اسلام آباد: بشکریہ ماہنامہ تجزیات، ۲۰۱۵) ص، ۱۵۔

[5] https://alsharia.org/2015/aug/maghrib-tehzeebi-sayasi-ghalba-ammar-nasir

[6] ۔ قاسمی، عبید اللہ یاسر۔ مغربی دنیا کے تباہ کن افکار؛ اسباب وتدارک (حیدرآباد: ادارہ اشرف العلوم، ۲۰۲۱) ص، ۴۔

[7] https://www.madarisweb.com/ur/articles/5429

[8] ۔البقرۃ(۲):۲۱۹۔

[9] ۔ قاسمی، عبید اللہ یاسر۔ مغربی دنیا کے تباہ کن افکار؛ اسباب وتدارک، ص، ۸۔

[10] https://alsharia.org/2011/jan/dr-ghazi-afkaar-maulana-m-rasheed

[11] ۔ڈاکٹر، محمود احمد غازی، محاضرات شریعت (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۵) ص، ۳۵۔

[12] ۔ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات شریعت، ص، ۳۷۔۳۸۔

[13] ۔الحدید(۲۹):۲۵۔

[14] ۔البقرۃ(۲):۳۱۔

[15] ۔ محمود احمد غازی، محاضرات شریعت، ص، ۶۸۔

[16] ۔ محمد رشید، اسلام کے سیاسی وتہذیبی تصورات۔ڈاکٹر محمود احمد غازی کے افکار کی روشنی میں (لاہور: مسعود اختر پرنٹر میکلوڈروڈ، ۲۰۱۱) جلد نمبر ۲۲/۲۱۔

[17] https://alsharia.org/2011/jan/dr-ghazi-afkaar-maulana-m-rasheed

[18] محمد رشید، اسلام کے سیاسی اور تہذیبی تصورات (لاہور: مسعود اختر پرنٹرز، میکلوڈروڈ، 2011) جلد نمبر 22/ شمارہ نمبر 1-2 = صفحہ نمبر 337

[19] ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی، جامع الترمذی، حدیث نمبر: 2398